ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید یزدانی

اقرأ سیرت نمبر — ایک تجزیہ

۱۔ کالج کے طلبا کی ذہنی تربیت اور نشو و نما کے لیے ملک کے تقریباً سبھی کالج کوئی نہ کوئی میگزین نکالتے ہیں، جس میں اساتذہ کے علاوہ بیشتر طلبا کی انگریزی اور اردو نگارشات ہوتی ہیں۔ یہی وہ میگزین ہیں جو آگے چل کر ملک کو بڑے بڑے ادیب اور شاعر مہیا کرنے کے لیے اچھا خاصا خام مال فراہم کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کالج یا میگزینوں کا وہ معیار نہیں ہو سکتا جو اعلیٰ پائے کے علمی و ادبی مجلات کا ہوتا ہے۔ تاہم دیکھا گیا ہے کہ بعض تعلیمی ادارے کبھی کبھار ایسا خاص شمارہ بھی نکال لیتے ہیں جو تمام تر حدود و قیود کے باوصف اچھے قسم کے مجلات سے لگا کھاتے ہیں، اور یہ بات مجلے کی مجلسِ ادارت کے اعلیٰ ذوق اور شعر و ادب سے ان کی شیفتگی [illegible] کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس وقت گورنمنٹ ایم۔ اے۔ او کالج، لاہور کے میگزین اقرأ کا ایک ایسا ہی خاص شمارہ ”سیرت نمبر“ راقم کے سامنے ہے، جسے دو الگ حصوں میں خاصے اہتمام، جاذبِ نظر رنگوں اور اسلامی ثقافت کی حامل علامتوں اور آرٹ سے مزین سر اوراق کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ سیرت طیبہ پر مضامین اور نعتیہ منظومات پر مشتمل اور ۲۰۰ صفحات کو محیط ہے (جن میں سے آخری چھ صفحات پنجابی نظم و نثر کے لیے [illegible] دوسرا حصہ، جیسا کہ اس کے دیباچے میں صراحت کی گئی ہے، مطالعۂ نعت کے لیے وقف ہے۔ [illegible] ”جدید اردو نعت“ اور ”پنجابی شاعری وچ نعتِ رسول“ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا پورا حصہ منظومات پر مشتمل ہے۔ کل صفحات ۱۲۸ ہیں، جن میں سے آخر کے ۲۲ صفحات پنجابی کے لیے مخصوص ہیں۔

اگرچہ دونوں حصوں میں زیادہ تر ملک کے نامور ادبا اور شعرا کی نگارشات و تخلیقات شامل ہیں، تاہم طلبا کو بھی ایک حد تک ان میں شریک رکھا گیا ہے تاکہ ان کا میگزین ان کی اپنی ابتدائی کاوشوں سے محروم نہ رہ جائے۔ کالج میگزینوں میں اساتذہ اور طلبا کی تصاویر بھی ہوتی ہیں۔ چنانچہ اقرأ کا سیرت نمبر بھی کئی ایک تصاویر سے آراستہ ہے۔

۲۔ اقرأ کا ضخیم حصہ سیرت سے متعلق ہے۔ سیرت عربی لفظ ہے اور باب سار، یسیر، سیرا سے [illegible] اس کے کئی معنی ہیں: چلنا، جانا، روانہ ہونا، طریقہ و مذہب، سنت، حالت، کہانی، پرانے لوگوں کے قصے

اور واقعات کا بیان، خصوصیت سے فخرِ موجودات سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غزوات کا بیان اور بعد میں حضورِ اکرم کے طریقے کا بیان جو غیر مسلموں کے ساتھ جنگ اور صلح میں حضورؐ نے روا رکھا اور آخری صورت میں حضور کے تمام حالات کا بیان یعنی سوانح عمری۔ مجلہ زیرِ تجزیہ سیرت کے انہی آخری پہلوؤں کو بھرپور انداز میں سمیٹے ہوئے ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات اور اسوۂ حسنہ کا بھی ذکر ہے اور ایک آدھ غزوے کے پس منظر کے علاوہ حضور کی معاشرتی زندگی کی جھلکیاں اور دوسرے حالات و واقعات کا تذکرہ بھی۔ منظومات میں جہاں آنحضرت کو نذرانۂ عقیدت و احترام پیش کیا گیا ہے، وہاں آپ کا سراپائے مبارک بھی بیان کیا گیا ہے۔ حضورِ اکرمؐ کے ذکرِ سعادت اثر سے پہلے حضور کے خالق و مالک کا تذکرہ ضروری ہے۔ چنانچہ اقرا کا آغاز بھی خدائے وحدہٗ لاشریک کی حمد و ثنا سے ہوا ہے۔ محترم ڈاکٹر وحید قریشی صاحب برصغیر کے نامور نقاد و محقق ہیں۔ یہاں وہ بطور شاعر کے سامنے آئے ہیں۔ حمد میں ان کے دو سادہ و رنگین، بلیغ و پُرتاثیر اشعار ایک پوری نظم کا سماں لیے ہوئے ہیں:

سب پہ ہے تیرا کرم اور بے طلب　　اے مرے رب اے مرے دشمن کے رب
تیری رحمت دشت و دریا کو محیط　　دشت و دریا سے ورا میری طلب

بعد کی تین حمدیہ منظومات میں اقبال صلاح الدین کی حمد جذبات و احساسات کو معصومانہ انداز میں پیش کرنے کی ایک اچھی کوشش ہے۔

نعت گوئی ایک نہایت نازک فن ہے، جس میں نعت گو کی ذرا سی بھی کوتاہی اسے گستاخی کا مرتکب بنا سکتی ہے۔ اسی بنا پر فارسی میں یہ ضرب المثل "نعت گو ہیچ گو" مشہور ہے۔ اندازہ کیجیے کہ جس مقام پر "نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا" والی کیفیت ہو وہاں ایک عام انسان کی کیا مجال کہ دم مار سکے۔ بہرحال اظہارِ عقیدت ہر کسی کا حق ہے، البتہ اتنا ضرور ہے کہ صاحبِ اظہار اس میدان میں انتہائی احتیاط سے قدم رکھے۔

جناب عبدالعزیز خالد ایک مشاق، منجھے ہوئے اور پختہ کار شاعر ہیں۔ ان کی نعتوں کی زبان میں قصیدے کی زبان کا سا طمطراق اور شکوہِ الفاظ نظر آتا ہے۔ ان کے وسعتِ مطالعہ کا عکس ان کی نعتوں اور دیگر منظومات میں بھی بدرجۂ اتم موجود ہے۔ غالباً اسی بنا پر ان کے یہاں ثقیل اور ادق الفاظ کی کثرت ہے، جن کے سمجھنے کے لیے لغت دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ بہرحال شروع کے حصے میں ان کی چار طویل و مختصر نعتیں ہیں، جن میں کہیں انھوں نے

حضور اکرمؐ کے سراپا کا ذکر کیا ہے، کہیں حضورؐ کے اسوۂ حسنہ اور دوسری خوبیوں کا، اور کہیں حضورؐ سے التجا کی ہے - ان میں انھوں نے کہیں کہیں آیاتِ قرآنی سے بھی استفادہ کیا ہے - بحیثیت مجموعی ان کی نعتیں (فنی طور پر) خوب ہیں - ایک آدھ بند میں مشکل الفاظ آگئے ہیں، جنھیں سمجھنا طلبا کے بس کا روگ نہیں - پھر دو تین اشعار ایسے ہیں جو کم از کم نعت میں بے محل ہیں اور حضورؐ نبی کریمؐ سے کسی وابستگی کا بھی کوئی تاثر نہیں دیتے :

فسوں آمیز باتوں سے خمار آلود نظروں سے — دلِ سادہ کو بہکاتے ہیں خوباں یا رسول اللہ

محبت حسن سے کرتا ہوں آزادی پہ مرتا ہوں — تپش دل کی ہے رزقِ چشمِ حیراں یا رسول اللہ

(راقم اپنی علمی بے بضاعتی کے سبب دوسرا شعر سمجھنے سے قاصر رہا ہے) -

اس حصے کی دوسری نعتیں آزاد اور علامتی شاعری میں ہیں - عارف عبدالمتین صاحب کی ایسی نعتیں ان کے سوز دروں، شدتِ جذبہ اور اس ذات والا مقام سے ان کی عقیدت و احترام کی غماز ہیں - یہ نعتیں عام ڈگر سے ہٹ کر ہیں اور فنی و معنوی لحاظ سے عمدہ اور پُرتاثیر ہیں - ان نعتوں میں کہیں حضورؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا ذکر ہے، کہیں حضورؐ کے فیضانِ عام کا تذکرہ ہے اور کہیں عصرِ حاضر کی فتنہ سامانیوں کے ہاتھوں ستائے ہوئے انسان کے لیے حضورؐ کے تشکیل کردہ امن و عافیت سے پُر اور بے مثال معاشرے کی پھر سے ضرورت کا اظہار اور اس سلسلے میں دعا و التجا ہے :

تو گری جا کے سمندر میں تو دل نے پوچھا — تو ہوئی آپ سمندر کہ سمندر پہ شہادت ٹھہری

عارف عبدالمتین ہی کی ایک نظم "ہم، صحرا اور بادل" کے یہ دو اقتباسات بھی ملاحظہ ہوں :

یہ عالم عجیب عالمِ کرب تھا جب
جہاں کے افق پر
تو اِک شاداب بادل کی صورت ہویدا ہوا
اور اک آن میں تپتے صحرا پہ یوں چھا گیا
جیسے تیرے کرم کو ہماری اذیت کا اک ثانیہ بھی گوارا نہ تھا۔
تجھے آج پھر عالمِ آب و گل
اپنے آشوب دیدہ جہنم کے بے نور گوشے سے آواز دیتا ہے۔
تو اس کی فریاد سن

امن و راحت کی کرنوں کا طوفان اٹھا
اس کے مسکن کو فردوس تاباں بنا
اپنی روشن ہدایت کو آگے بڑھا

تحسین فراقی نے "میلادِ حضورؐ" کے عنوان سے سادہ و رواں اور رغنائیت سے پُر انداز میں دورِ جاہلیت و تاریکی کی جامع تصویر کشی کر کے آخر میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے مصرعوں پر مبنی بعض بند سہلِ ممتنع کی دلچسپ مثال ہیں:

مہیب تاریک آبنوسی سیاہ عفریت نفرتوں کے
پہاڑ جیسے فراخ و مہلک دہانے کھولے
بشر کی بے پایاں وسعتوں کو
محبتوں کو
شرافتوں کو
نجابتوں کو
لیاقتوں کو
مثالِ برق سکوں ندیدہ
لسانِ برق زمیں رسیدہ
نگل رہے تھے اگل رہے تھے
اگل رہے تھے نگل رہے تھے

اس حصے میں تحسین کی دوسری نعتیں بھی سادگی و روانی کی عمدہ مثال ہونے کے ساتھ ساتھ جذباتِ احترام و عقیدت کی حامل اور رجائیت کا رنگ لیے ہوئے ہیں۔ رعنا ناہید رعنا نے بڑے عجز و انکسار کے ساتھ نعت گوئی کے سلیقے کے لیے دعا کی ہے اور یہ نظم بظاہر نعت نہ ہوتے ہوئے بھی نعت کا عنوان ضرور بن گئی ہے۔ اسی طرح حفیظ صدیقی کی نعتوں میں بھی وہی اظہارِ عجز ہے۔ پھر اظہارِ تشکر کے ساتھ ساتھ ایک سوال یا عرض بھی ہے، یعنی شاعر ان گلیوں کی خاک کے حوالے سے، جن میں سرورِ کائنات چلے پھرے تھے، امر ہونا چاہتا ہے۔

ان منظومات کے بعد نعتیہ غزلوں کا حصہ شروع ہوتا ہے۔ اس حصے میں عارف عبدالمتین، عبدالعزیز خالد،

فیظ صدیقی، حفیظ تائب، خالد بزمی، حافظ لدھیانوی، یزدانی جالندھری اور محمد نواز کی چار چار، پانچ پانچ نعتیں ہیں۔ ان نعتوں یں بھی وہی نذرانۂ عقیدت ہے، حضورؐ کے اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ ستودہ کا بیان ہے، درود و سلام ہے، اظہارِ عجز ہے، تمنائیں اور التجائیں ہیں اور زمانے کے فتنہ و الم سے بچنے کے لیے حضورِ اکرم کا دامن مبارک تھامنے کی خواہش ہے۔ نعت کے ادب آداب کا بھی خاصا احساس نظر آتا ہے۔ بعض نعتوں میں قافیوں کی تازگی کے علاوہ حسنِ صوت و آہنگ بھی ہے جو قاری کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائے بغیر نہیں رہتا۔

وہ پیاس ہے کہ زبانوں پہ اُگ پڑے کانٹے   ہر ایک شخص کا ارمان ہے سبو تیرا (عارف)
دید کا شوق بھی رکھتا ہوں جھجکتا بھی ہوں   مجھ کو آداب سکھا اذنِ پذیرائی دے
شہر میں گھوم رہا ہوں میں بجھے چہرے سے   رنگ تھوڑا سا مجھے لالۂ صحرائی دے
میں کہ وابستگیِ ارض کا شاکی ہوں مجھے   جس میں آفاق سمٹ جائیں وہ پہنائی دے (حافظ عبدالمتین)
در ترا مل جائے تو ہلکے کروں سب دل کے بوجھ   آستانِ غیر پر جی کا زیاں کیونکر کروں
میں کہ چاہوں ہر گھڑی تیری طلب میں ہو بسر   زندگی کو اک متاعِ رائیگاں کیونکر کروں
زندگی کی چلچلاتی دھوپ میں   ڈھونڈتا ہوں بس تری رحمت کی چھاؤں (حفیظ صدیقی)

عبدالعزیز خالد کا یہ شعر:

کر نہ مجھے بے نقاب کر کے خدایا   عرصۂ محشر میں شرمسارِ محمدؐ

پڑھ کر حکیم الامت کی ایک رباعی کا یہ شعر یاد آگیا:

مکن رسوا حضورِ خواجہ ما را   حسابِ من ز چشمِ او نہاں گیر

اردو میں ہم لفظ واردات کے ساتھ قلبی یا دلی وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں۔ محض "واردات" ہمارے یہاں کے مزاج کے مطابق کچھ اچھے معنوں میں مستعمل نہیں ہے، خدا معلوم خالد صاحب نے اس مصرع میں اس لفظ سے کیا معنی لینا چاہے ہیں:

کس کو ہے ادراک وارداتِ محمدؐ

حفیظ تائب خالصتہً نعت کے شاعر ہیں۔ ان کی نعتیں فنی محاسن کے علاوہ معنوی اوصاف سے بھی مالا مال ہیں اور ان کے جذبے کے خلوص و شدت، حضورؐ سے انتہائی وابستگی اور اظہارِ عقیدت و احترام کی حامل بھی۔

کیا مجھ سے ادا ہوں ترے حق ہادیِ برحق   مقبول ہو ماتھے کا عرق ہادیِ برحق

اغیار سر افراز ہوئے بزمِ جہاں میں   سیرت سے تری لے کے سبق ہادیِ برحق
ہم بھول کے پیغام ترا ہو گئے رسوا   جینے نہیں دیتا یہ قلق ہادیِ برحق
زمانہ بدلے بدل جائیں سب کی سب اقدار   رہے گا تو مرا معیار اے شہِ ابرار
ملے اماں کہ شب و روز بڑھتی جاتی ہے   سپاہ کرب کی یلغار اے شہِ ابرار

حافظ لدھیانوی اور یزدانی جالندھری کی نعتیں بھی ان کے خلوص جذبہ، عشق رسول اور اعترافِ عظمت حضورؐ کا پتا دیتی ہیں:

وہ ذرے آج بھی مثلِ قمر راہوں میں روشن ہیں   وہ جن راہوں کے ذروں پر پڑا ہے نقشِ پا تیراؐ (حافظ)
ہے میرے ہر عمل کی بنیاد تیری چاہت   ہر بغض تیری خاطر ہر پیار تیری خاطر

یزدانی جالندھری نے ایک سادہ و رواں نعت میں قافیے کی تکرار سے موسیقیت پیدا کر کے اسے فنی طور پر بھی دلکش بنا دیا ہے:

آپؐ ابرِ کرم آپؐ بحرِ عطا   آپ کی رحمتیں بیکراں بیکراں
مہر و ماہ و نجوم ان کے نقشِ قدم   ان کی گردِ سفر کہکشاں کہکشاں

محمد نواز کی نعتیں بھی جدیدیت کا رنگ لیے ہوئے ہیں:

میں نے سلگا تو لیا دل میں یقیں کا ایندھن   آگ لگ جائے گی اشکوں کی ہوا دینے پر

نعتوں کے بعد مضامین کا سلسلہ "مطالعہ سیرت" شروع ہوتا ہے۔ زیادہ تر مضامین اسوۂ حسنہ اور اخلاق و عاداتِ رسولِ مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے متعلق ہیں۔ بظاہر اسے تکرار کا نام دیا جائے گا، لیکن درحقیقت یہ قندِ مکرر کی کیفیت لیے ہوئے ہے، ویسے ہر مضمون میں کچھ نئی باتیں بھی آگئی ہیں جو دوسرے مضامین میں نہیں ہیں۔ مضامین مختصر ہیں، اختصار غالباً طلبا کی استعدادِ ذہنی کے پیشِ نظر کیا گیا ہے ورنہ یہ موضوع تو امتِ مسلمہ کے لیے: "لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم" والی کیفیت کا متقاضی اور حامل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں اخلاق و معمولاتِ حسنہ آنحضرتؐ کی بتکرار اشاعت و تبلیغ، بالخصوص نئی نسل کے لیے بے حد ضروری ہے، تاکہ اس کا اثر لے کر اور اس سے تربیت پا کر وہ مغرب کی غلط اور بے راہ روی کی حامل زندگی کی اصلیت کو پا جائیں اور یوں اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آنے والے اس ملک کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی معاشرہ عطا کر سکیں۔ حضورِ اکرم کے اخلاقِ حسنہ کے بارے میں حضرت شرف الدین یحییٰ منیری کی یہ بات بڑی قابلِ توجہ

Date......15....2....

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی معجزہ نہ بھی ہوتا تو بھی حضور کے اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ پسندیدہ ر کی نبوت کے شاہد کافی ہوتے۔" (دربارِ نبی اردو ترجمہ ص ۱۷۵)۔ بہرحال اس حصے کے مضامین عنوانات ہ ذیلی سرخیوں کے سبب دلچسپ اور اہم بن گئے ہیں اور اس لحاظ سے اثر انگیز بھی ہیں اور تربیت زا بھی۔

ر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اخلاق و عادات" (پروفیسر محمد ارشد بھٹی) اور "اسوۂ حسنہ" (پروفیسر ذر احمد) میں نبی کریم کے تحمل، وقار، رحم و کرم، سخاوت، ایفائے عہد، حسنِ معاشرت، حسنِ تدبر، صداقت و ، جرأت و شجاعت اور علم و عبادت پر عقیدت و احترام کے ساتھ اور پُرخلوص انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

ول اکرم — بحیثیت مصلحِ اعظم" (قاری محفوظ الحق) میں حضور فخرِ موجودات کی تشریف آوری سے قبل کے ت عرب بلکہ برصغیر پاک و ہند کے معاشرتی فساد اور بگاڑ کا بیان ہے۔ مضمون کو قرآنی آیات کے علاوہ سم کے ذیلی عنوانات سے آراستہ کیا گیا ہے: مذہبی اصلاح، توحید باری تعالیٰ پر دل نشین عقلی دلائل، معاشرتی ح، رہبانیت کی نفی، معاشی اصلاح، سیاسی اصلاح وغیرہ۔ اس لحاظ سے یہ مختصر ہونے کے باوجود ایک مضمون ہے کہ زندگی کے اہم پہلوؤں کو اس میں سمیٹا گیا ہے۔ "مثنوی رومی میں ذکرِ خیر الانام" "سیرت نبوی کی یاں" (راقم کی لاعلمی (رسالے میں جگہ کے بارے میں) کے سبب کسی قدر طویل ہو گیا ہے۔ "فتح مکہ کا پس منظر" ٹر حمید اللہ) تاریخی مضمون ہے۔ اسے ایک تمہید سے اٹھایا گیا ہے جو ایک تاریخی مضمون میں کچھ زائد معلوم ہوتی ۔ اگرچہ بعد میں اسے بطریقِ احسن نبھایا گیا ہے لیکن شروع کا کچھ حصہ عدمِ تسلسل کا شکار نظر آتا ہے۔

"دنیا کا عظیم ترین انسان — محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" (محمد احسان الحق اختر) میں نبی مکرم کے خلقِ یم اور اوصافِ ستودہ اور اس دور میں قول و فعل میں مکمل ہم آہنگی کا مختصر ذکر ہے: "جو قرآن نماز میں پڑھا تا تھا اسی قرآن کے ذریعے عدالت میں فیصلے ہوتے تھے۔ جن صداقتوں کی تعلیم منبر سے دی جاتی تھی، انہی صداقتوں حکومت کا نظم و نسق چلتا تھا۔" آخر میں ایسے ہی اسوے کو اپنانے کی تلقین کرتے ہوئے مضمون کو حضرت علامہ ے اس شعر پر ختم کیا گیا ہے:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

"نبی اکرم بحیثیت منصف" (خالد میاں) کسی قدر طویل اور قرآنی حوالوں سے مزین ہے۔ اس میں اخلاق و فضائلِ حسنہ کا بھی ذکر ہے۔ تمہید کے طور پر دی گئیں جغرافیائی معلومات اگرچہ نفسِ مضمون سے ہٹ کر ہیں اور مضمون کی طوالت کا باعث بنی ہیں، تاہم انتہائی مفید ہیں۔ آگے چل کر مضمون کو قرآنی حوالوں اور دلائل کے ساتھ اور عمدہ طریق سے

اٹھایا گیا ہے۔ پھر آزاد عدلیہ کے قیام کی اہمیت بتاتے ہوئے اس امر پر اظہارِ افسوس کیا گیا ہے کہ:

" جس ضابطۂ رشد و ہدایت و منبع انصاف کے سبب امتِ مسلمہ کو دیگر اقوامِ عالم پر فوقیت اور ترجیح حاصل ہوئی تھی آج انہی اصول و ضوابط کو اپنا کر اغیار آسمان میں (پر) پہنچ چکے ہیں . . . اور ملتِ اسلامیہ نے نہ صرف اپنے ہی اصول بھلا دیے بلکہ عملی میدان میں اپنے ہی کردار سے انھیں جھٹلانے میں بھی باک محسوس نہ کیا۔"

مضمون کو نبی آخر الزماں کے اسوۂ حسنہ پر قولاً و فعلاً چلنے کی دعا پر ختم کیا گیا ہے۔

" مطالعۂ سیرتِ نبویؐ کی ضرورت و اہمیت" (حفیظ الرحمن) کا آغاز ملتِ اسلامیہ میں اس ضرورت و اہمیت کے عدمِ احساس کے شکوے سے ہوتا ہے اور بعد میں سلسلہ وار انداز میں اور قرآنی حوالوں اور دلائل سے اس ضرورت کو واضح کیا گیا ہے:

" انسان کی یہ ایک فطری ضرورت ہے کہ وہ انفرادی سیرت کی تعمیر اور اجتماعی معاملات کی صورت گری کے لیے کسی معیاری اور مثالی شخصیت کے عملی نمونے کا طالب ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو بطور نمونہ پیش کیا ہے . . . "

" معلوم ہوا کہ شہادتِ حق کا جو کٹھن فریضہ حضورؐ نے اپنی پوری حیاتِ مبارکہ میں انجام دیا، بعینہٖ وہ فریضہ حضورؐ کے بعد آپؐ کی امت پر عائد ہوتا ہے اور اس کے امتِ وسط ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ وہ اپنے فریضے کو ادا کرے۔ بصورتِ دیگر وہ سنگین جرم کی مرتکب ٹھہرے گی۔"

اب پھر " ہدیۂ نعت " کے عنوان سے منظومات کا حصہ شروع ہوتا ہے۔ رسالے کی ترتیب کا یہ انداز مدیرانِ کرام کے حسنِ سلیقہ کا غماز ہے، اس لیے کہ موضوع کیسا ہی نازک اور کیسا ہی واجب احترام کیوں نہ ہو، انسانی فطرت اپنی "متلون مزاجی" کے سبب بہر طور تغیر چاہتی ہے۔ اقرأ سیرت نمبر میں انسانی فطرت کے اس پہلو کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ اس حصے میں احسان دانش، عبدالکریم ثمر، عظیم قریشی، راسخ عرفانی، راجا رشید محمود، طفیل دارا، اقبال صلاح الدین، حافظ مظہر الدین، امجد اسلام امجد، ناصر زیدی اور خالد شفیق کی نعتیں ہیں۔ ان نعتوں میں بھی کہیں حضور اکرمؐ سے اپنے عشق و وابستگی کا ذکر ہے، کہیں خاتم النبیینؐ کی عظمتِ اخلاق اور دیگر اوصاف کا تذکرہ ہے، کہیں امت کی رسوائی و ذلت کا بکمالِ درد و غم اظہار اور اس اندھیری رات کو دور کرنے کے لیے حضورؐ سے جلوۂ نور بکھیرنے کی التجا ہے اور کہیں مدینے کی ہوا و فضا کا ذکر اور وہاں پہنچنے کی خواہش کا اظہار ہے۔ ان نعتوں میں بعض اشعار شاعر کے شدت و خلوصِ جذبہ کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں لیکن بعض اشعار

فنی طور پر تو اچھے کہے جا سکتے ہیں مگر ان میں مضمون کوئی ڈھب کا نہیں ہے۔ دو تین اچھے اشعار ملاحظہ ہوں:

ہو نہ گر عشق تو پہچان تری مشکل ہے   عقل کو ہو نہ سکے گا کبھی عرفان تیرا
اعجاز ہے یہ سرورِ عالم کی نعت کا   میں پیر ہو گیا مرے نغمے جواں رہے   (حافظ مظہر الدین)
مسلسل ہو رہی ہے جانے کیوں امت کی رسوائی   دعاؤں میں یہ افلاس اثر دیکھا نہیں جاتا
کھڑا ہوں کب سے محرابِ حرم کے سامنے دانش   نظر رہ رہ کے اٹھتی ہے مگر دیکھا نہیں جاتا   (احسان دانش)
اندھیری رات کٹھن راستے تھکی ہمت   نہ ترکِ جہد ہے جائز نہ عذر راہ طویل
کبھی تو وسعتِ دل پر بکھیر جلوۂ نور   کہ میرا ذوقِ تجسس ہے تشنۂ تکمیل   (ثمر)

اس حصے میں امجد اسلام امجد کی بعض نعتیں تغزل کا رنگ لیے ہوئے ہیں اور غزل کے اس لوچ اور رچاؤ کے باعث یہ نعتیں ایک عجیب قسم کی تازگی و تاثیر اور دلکشی کی حامل ہیں اور ان میں کہیں بھی احترام و عقیدت کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا نظر نہیں آتا:

ان کے دامن کی بات کی جائے   کوئی شکلِ نجات کی جائے
آرزو کی زبان میں لکھ کر   آپؐ کی بات بات کی جائے
آپؐ کے سایۂ عطا میں بسر   زندگی کی یہ رات کی جائے
میرے احساس کے دریا میں روانی تجھ سے   اے گلِ جاں مرے ہونے کی نشانی تجھ سے
موسمِ گل بھی تیرا فصلِ خزاں بھی تیری   میری آواز کے صحراؤں میں پانی تجھ سے
تو جو چاہے تو سمندر کو کنارا کر دے   خاک کے بخت میں پیدا ہو گرانی تجھ سے

مضامین و مقالات کا دوسرا حصہ "اخلاقِ نبویؐ" (میاں ایم اسلم)، "سیرت مصطفیٰ فلاحِ انسانی کا واحد ذریعہ ہے" (پروفیسر ارشد بھٹی)، "حضور کی فقر پسندی" (پروفیسر ارشد کیانی)، "اخلاقِ نبویؐ" (مقبول احمد دہلوی) اور "سرورِ احمد" صلی اللہ علیہ وسلم (آفتاب احمد نقوی) ایسی نگارشات سے آراستہ ہے۔ ان میں جہاں مختلف تاریخی حوالوں اور احادیثِ نبویؐ کی روشنی میں مذکورہ مضامین اٹھائے گئے ہیں، وہاں بعض مصنفین نے زمانے کی موجودہ صورتِ حال اور اسلام پر اظہارِ غم کیا ہے، کہیں دلائل کے ساتھ حضورِ اکرم کے دنیا کے واحد مسیحا ہونے کو ثابت کیا ہے اور کہیں دوسری سماوی کتب کے مقابلے میں قرآن کریم کی عظمت اور اس کے آج تک قائم رہنے کے معجزے کا مدلل ذکر ہے۔ پھر اخلاقِ نبوی کی قندِ مکرر سے قاری کو محظوظ کرنے کا سامان کیا گیا ہے۔

"اخلاقِ نبوی" (میاں ایم اسلم) میں ایک جگہ ترمذی کے حوالے سے حضور اکرم کے اخلاقِ حسنہ کی جو جالب و جاذب تصویر کھینچی گئی ہے ہرچند بڑی مختصر سہی لیکن بھرپور تاثیر لیے ہوئے ہے اور آج کے اس دورِ انتشار و افتراق میں اس کی اشاعت ازبس ضروری ہے تاکہ ہم مسلمان بالخصوص ہمارے نوجوان اس پر عمل کر کے ایک مثالی اور امن و عافیت اور بھائی چارے کی دولت سے مالا مال معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہو سکیں:

"حضور نرم خو، نرم دل، خندہ رو اور بالطبع مہربان اور حلیم تھے۔ نہ سخت مزاج تھے نہ سخت دل تھے۔ بات آرام سے کرتے، کبھی کوئی سخت لفظ حضور کی زبانِ مبارک سے نہیں نکلتا تھا۔ حضور نہ تنگ دل تھے نہ سخت مزاج تھے۔ اگر حضور کو کوئی بات ناگوار گزرتی تو اظہارِ بیزاری کی بجائے خاموشی اختیار فرماتے۔ حضورؐ کے مزاج شناس حضورؐ کے تیور دیکھ کر حضورؐ کا مقصد بھانپ جاتے تھے۔ حضورؐ کبھی کسی کی عیب جوئی نہ فرماتے۔۔ جب کوئی حضورؐ سے بات کرتا تو حضورؐ بڑی توجہ سے سنتے... اگر کوئی اجنبی حضورؐ سے بے باکی سے گفتگو کرتا تو حضورؐ بڑے تحمل سے اس کی بات سنتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہایت فیاض، نہایت راست گو اور نہایت نرم مزاج تھے۔"

میاں صاحب نے اس پر تاثیر مضمون کے آخر میں والدین اور نوجوانوں کو درج ذیل تلقین کر کے ایک اچھا فریضہ انجام دیا ہے:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مبارک زندگی دنیا کے لیے خیر و برکت کی زندگی تھی۔ مسلمانوں کی دنیا اور آخرت میں کامیابی اور نجات اگر ہو سکتی ہے تو حضور کی تعلیم کی پیروی کرنے سے ہو سکتی ہے۔ نوجوانوں کو اگر خدا توفیق دے تو وہ سیرتِ طیبہ پڑھا کریں، اسی طرح والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے طور پر بچوں کو حضور کی مبارک اور مقدس زندگی کے حالات سنایا کریں۔"

پروفیسر ارشد بھٹی صاحب نے مختلف کتبِ مقدسہ کا ذکر اور موازنہ کر کے قرآن مجید کی برتری ثابت کی ہے۔ پھر تدوینِ حدیث کے ضمن میں مسلمانوں کی انتہائی احتیاط کا تذکرہ ان مخصوص الفاظ میں کیا ہے:

"مسلمانوں کی احتیاط اور خدا کی نصرت دیکھیے کہ روایتِ حدیث کے سلسلے میں اس بات پر بڑی کڑی نگاہ رکھی گئی کہ جو شخص بھی حضور کی کوئی بات بیان کرتا ہے وہ کون ہے؟ اس کی اپنی حیثیت اور شخصیت لوگوں میں کس حد تک معتبر ہے، اس نے کس سے بیان سنی اور کس کس شخص کے واسطے سے وہ بات آنحضورؐ تک پہنچتی ہے۔ اگر روایت کی کڑیوں میں سے ایک بھی کڑی غائب ہوتی تو وہ حدیث رد کر دی جاتی۔ پھر حدیث کو درایت کے اصول

ینی عقلی اعتبار سے بھی پرکھا جاتا کہ حدیث کا متن اور مضمون، قرآن یا دین کے مجموعی مزاج سے کیا مناسبت رکھتا ے اور کیا وہ صریح نص یعنی قرآنی حکم کے خلاف تو نہیں . . . ''

مضمون کے آخر میں حضورؐ کی طرف سے بتائے گئے فلاحِ انسانی کے اصول باختصار بیان کرکے مضمون کی دیت کو دوچند کر دیا گیا ہے۔ غرض مضامین کا یہ حصہ بھی اپنی جگہ خاصا جاندار، پُرتاثیر، دانش اور روح پرور ہے۔

''ہدیۂ نعت'' کے تیسرے حصے کا آغاز مکرم احمد ندیم قاسمی صاحب کی نعت سے ہوتا ہے۔ سبحان اللہ نعت کیا ہے ربۂ صادق و خلوص اور انتہائی عقیدت و احترام کی منہ بولتی تصویر ہے۔ یہ نعت پڑھتے وقت قاری پر ایک یب ذوق و وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس کا ایک ایک مصرعہ منہ بولتا ہوا، معنوی خوبیوں سے امال اور شاعر کی دلی کیفیت اور درد و سوزِ دروں کا سچا عکاس ہے۔ آیئے آپ بھی میرے ساتھ اس وجدو ال کی کیفیت میں شامل ہو جیئے:

تہ بہ تہ تیرگیاں ذہن پہ جب ٹوٹتی ہیں   نور ہو جاتا ہے کچھ اور ہویدا تیرا
کچھ نہیں سوجھتا جب پیاس کی شدت سے مجھے   چھلک اٹھتا ہے مری روح میں مینا تیرا
پورے قد سے میں کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم   مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا
دستگیری مری تنہائی کی تو نے ہی تو کی   میں تو مر جاتا اگر ساتھ نہ ہوتا تیرا
لوگ کہتے ہیں کہ سایہ ترے پیکر کا نہ تھا   میں تو کہتا ہوں جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا
اب بھی ظلمات فروشوں کا گلہ ہے تجھ سے   رات باقی تھی کہ سورج نکل آیا تیرا
تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی   اب جو تاحشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا
ایک بار اور بھی یثرب سے فلسطین میں آ   راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا

اس حصے میں اسرار زیدی، رازؔ کاشمیری، اظہر جاوید، حفیظ الرحمٰن احسن، نعیم اظہر، یوسف مثالی، اصغر ہدی، محمد یعقوب حاکم، جان کاشمیری، مقبول کاوش اور رعنا ناہید رعنا کے گلہائے عقیدت ایک ایک غزل کی صورت میں ہیں اور ہر شاعر نے اپنی بساط بھر اور پورے اخلاص سے یہ نذرانہ حضورؐ سرورِ کونین پیش کیا ہے:

وہ فکرِ نو کہ جسے آپ سے نہیں نسبت   ہے اس کا سود بھی دل کے لیے زیاں کی طرح (حفیظ احسن)
میں اس سے پہلے تو مٹی کا ایک ذرہ تھا   ترے قدم کو جو چوما تو آفتاب ہوا (یوسف مثالی)
میں چل رہا تھا کڑی دھوپ میں سرِ صحرا   ترا خیال مرے واسطے سحاب ہوا

وہ روشنی ہے اور اک ایسے آفتاب کی ہے
کہ جس کے واسطے لازم نہیں طلوع و غروب (رفتاؔ)

اقرا کا آخری حصہ طلبا کی کاوشوں کے لیے وقف ہے۔ شروع میں فخرِ موجودات کے سیرت و اخلاق اور زندگی کے اصول وغیرہ پر مضامین اور آخر میں منظوم نذرانہ ہائے عقیدت و احترام ہیں۔ یہ حصہ کوئی بہتر صفحات کو محیط ہے جن میں پنجابی کے چھ صفحات بھی شامل ہیں۔ مضامین چھوٹے چھوٹے لیکن طلبا کے لکھے ہونے کے باوصف معیاری ہیں۔ "ہادیٔ برحق" (سید زاہد محمود حسین) میں ذیلی عنوان "حیاتِ مقدسہ ایک نظر میں" کے تحت حضور اکرمؐ کی مبارک زندگی سے متعلق بعض اہم واقعات کو مختصراً اور سنین وار بیان کرنے کا مفید طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ اسی طور "ارشاداتِ نبویؐ" (عنبر تاجور) میں حضورؐ کے بعض فرموداتِ عالیہ ترتیب وار مختصر انداز میں دے گئے ہیں۔

حصۂ نظم میں متعلم سید آفتاب ثاقب نے اپنے دل کا درد یوں بیان کیا ہے:

وہ جو آدابِ گلستاں سے ہی ناواقف ہیں
وہ ہیں سرخیلِ گلستان رسولِؐ عربی
بجھتی جاتی ہے ترے دین کی شمعیں مولا
ٹوٹتا جاتا ہے پیمان رسولِؐ عربی

متعلم اعجاز رضوی کی نعت میں تغزل کا رنگ ہے اور سہلِ ممتنع کی حامل اور چھوٹی بحر کے سبب یہ نعت ایک خاص روانی، جاذبیت و دلکشی اور تاثیر لیے ہوئے ہے:

ان کا ساتھ نہ گر پاؤ گے
چلنے والو تھک جاؤ گے
ان کی قید سے بچنے والو
اپنے آپ میں گھر جاؤ گے
ٹوٹا ان سے پیار کا رشتہ
پھر تم کس کے کہلاؤ گے
عشقِ نبی میں نام لکھا لو
پیچھے رہ کر پچھتاؤ گے

متعلم نعیم احمد نے اپنی وابستگی کا اظہار اس معصومیت سے کیا ہے:

حضورؐ آئیں گے مجھ کو تسلیاں دینے
میں جان بوجھ کے اس دل کو بیقرار کروں

حصۂ پنجابی میں اساتذہ کی نعتیں ہیں اور متعلم نذیر احمد کا مختصر مضمون "کامل نبی دی کامل تعلیم" ہے۔ عارف عبدالمتین نے یہاں بھی اپنے بھرپور جذبۂ صادق اور عقیدت کا اظہار کیا ہے:

مینوں اپنے دیس [illegible] پانی نال دی پیار ودھیرا
کوثر تے تسنیم دا پانی بھر دے وِچ چناباں
تیرے کرم دے خیمے ہیٹھاں جگ سکھ نیندر سوندا
شالا رہن سلامت تیرے خیمے دیاں طناباں

اقرا کا دوسرا حصہ پہلے حصے سے نصف اور صرف "مطالعۂ نعت" کے لیے وقف ہے۔ اس حصے کا آغاز بھی حمد سے ہوتا ہے۔ عارف عبدالمتین، شبیر بخاری، امجد اسلام امجد کے علاوہ طلبا نے بھی اس میں حصہ لیا ہے۔ امجد کی حمد سراپا تجسس اور پرستش ہے اور نظامی گنجوی کے لفظوں میں : "گرہمائے تو مارا کرد گستاخ" کی سی کیفیت لیے ہوئے ہے۔

ہواؤں میں مہ و خورشید میں سنا تجھ کو　　کبھی تو قریۂ جاں میں اتر کہاں ہے تو ؟
تو رشکِ خواب سہی آنسوؤں کی آب سہی　　پلٹ بھی جاتی ہے تھک کر نظر کہاں ہے تو ؟
اب ایسا شوق بھی کیا بے نشان رہنے کا　　صدف کے ساتھ ہے آبِ گہر کہاں ہے تو ؟

اس کے بعد عارف عبدالمتین نے "جدید اردو نعت" پر اختصار کے ساتھ لیکن سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ اس میں عربی اور فارسی نعت کے آغاز کا سراغ لگا کر اردو کی شروع کی نعتوں کا سرسری تذکرہ ہے۔ بعض جگہ انھوں نے نعت گو حضرات کی بعض خامیوں اور گستاخیوں کی طرف بڑے دکھ کے ساتھ اشارے کیے ہیں جو ان کے مخلصانہ اور دلی جذبات و احساسات کی نشاندہی کرتے ہیں :

"آنحضورؐ کا یہ فراخ دلانہ، عالی ظرفانہ اور جمال دوست طرزِ عمل ہمارے لیے ایسے طریقِ کار کی اجازت مرحمت نہیں کرتا کہ ہم نعت کہتے ہوئے حدودِ آداب سے سرمو تجاوز کر جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ نعت کی تخلیق کو بالکل بجا انداز میں تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ یہ محبت اور احترام کے دل آویز سنگم پر ظہور میں آتی ہے اور ظاہر ہے کہ اس سنگم کی تشکیل غیر معمولی دل و دماغ کے غیر معمولی اشتراکِ عمل کا ایسا تقاضا کرتی ہے جس کی تکمیل جوئے شیر لانے سے کسی طور کم نہیں۔"

ایک جگہ قدیم نعت گوئی کی اس خامی پر اظہارِ تاسف کیا ہے اور بجا طور پر کیا ہے کہ یہ آنحضورؐ کے بے مثال سراپے، حضورؐ کے حلیۂ اقدس اور حضورؐ کے تحیر خیز معجزات کے عقیدت آگیں بیان تک محدود رہی اور حضورؐ کی عظیم ترین شخصیت کے وہ پہلو اس میں اپنا بھرپور اظہار نہ پا سکے جو نعت کے لوازم کی حیثیت رکھتے تھے۔ "گویا ہماری کلاسیکی نعت نے آنحضورؐ کی سیرت کے مقابلے میں صورت پر اپنی توجہ نسبتاً زیادہ مرکوز رکھی۔" مضمون مختصر ہونے کے باوصف معلومات افزا اور اچھے نعتیہ اشعار کے انتخاب کا حامل ہے، تاہم دو تین اشعار کی نسبت محلِ نظر ہے :

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری . . . الخ

سعدی کے مستند کلیات مطبوعہ تہران میں یہ شعر کہیں نظر نہیں آتا۔ اسی طرح یہ اشعار اگرچہ خسرو سے منسوب ہیں لیکن خسرو کے کلیات میں (جسے ادارہ پیکجز لاہور نے بڑے اہتمام کے ساتھ اور زعما سے تفحص و تحقیق کے بعد چار جلدوں میں

شائع کیا ہے، نہیں ہیں :

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم . . . الخ

پنجابی حصے میں جو چوبیس صفحات پر مشتمل ہے "پنجابی شاعری وچ نعت رسولؐ" (شہباز ملک) تحقیقی اور تنقیدی مضمون ہے۔ اس کے علاوہ چند نعتیں ہیں۔

اقرا کے پہلے اور "مطالعہ نعت" کے اس حصے میں جدید نعت پر اتنا مواد اکٹھا کر دیا گیا ہے کہ وہ آنے والے محققین کے لیے پاکستان کے اس خطے کی: جو اپنی ادبی روایات اور سرمایۂ تخلیقات سے مالا مال ہے، نعت گوئی کے لیے خاص حوالے کی چیز بن گیا ہے۔ جس کا سہرا مجلہ کی مجلسِ ادارت کے سر ہے۔ اس حصے کے قابلِ ذکر شرکا یہ ہیں : احمد ندیم قاسمی، احسان دانش، امجد اسلام امجد، حفیظ تائب، ناصر زیدی، عارف عبدالمتین، خالد بزمی، حفیظ صدیقی، تحسین فراقی، جلیل نقوی، عطاء الحق قاسمی، محمد نواز۔

نعیم ناصری نے "رحمانی و سبحانی" کے عنوان سے طویل نعتیہ قصیدہ لکھ کر اپنے زورِ بیان کا مظاہرہ اور دردِ دل کا اظہار کیا ہے :

میں ذرۂ بے مایہ بے وقعت و بے حاصل   وہ مہرِ جہاں پرور نورانی و لاثانی
میں ظلمتِ عصیاں میں بھٹکا ہوا اک راہی   نہ قدسی و قدوسی رحمانی و سبحانی
اس نام کی برکت سے ہم اکرم و افضل تھے   افسوس مگر ہم نے کچھ قدر نہ پہچانی
آقا کی اطاعت سے اس وقت بھی ممکن ہے   اقوام کی سلطانی دولت کی فراوانی

تحسین فراقی کی "سرزمینِ طیبہ کا تخیلی سفر" بھی ان کے تخیل کی اپج اور قدرتِ بیان کا حامل ہے۔

مضمون خاصا طویل ہو گیا، لہذا چند منتخب اشعار دے کر اسے ختم کیا جاتا ہے :

ہے میرے لفظ لفظ میں گر حسن و دلکشی   اس کا یہ راز ہے مرا معیار آپؐ ہیں
ارتقا اس سے اجازت مانگے   اُن کی ہو جائے جو اُمت ان کی
کبریائی پہ کرو نا، غرور ندیم   اور تکتا رہوں جو صورت اُن کی
وہی ہر سبز کرے گا مرے ویرانوں کو   آندھیوں کو بھی جو کردارِ صبا دیتا ہے
قیصر و ایواں سے گزر جاتا ہے چپ چاپ ندیم   در محمدؐ کا جب آئے تو صدا دیتا ہے
قرآن پاک ان پہ اتارا گیا ندیم   اور میں نے اپنے دل میں اتارا ہے ان کا نام

مجھے فلک کی سی سرکشی دے مجھے زمین کی سی عاجزی دے   جہاں سے گزروں تو سر اٹھا کر تجھے ملوں تو میں سر جھکا کر
اٹل سہی میرا پیار تجھ سے مگر بصد رنگ جھیپتا ہوں   میں جب تصور میں دیکھتا ہوں اویسؓ تیرا بلال تیراؓ
جمال تیرا مری نظر کو خنک سکوں سے نوازتا ہے   مری رگوں کو اتارتا ہے لطیف حدت جلال تیرا (عارف)
یا نبیؐ اب تو آشوبِ حالات نے تیری یادوں کے چہرے بھی دھندلا دیے   دیکھ لے تیرے تائب کی نغمہ گری بنتی جاتی ہے نوحہ گری یا نبیؐ (حفیظ تائب)
وہ آرزوئے کلیم و دعائے ابراہیم   نوید لطف فراواں محمدؐ عربی
ہے جس سے روح وقت میں اک زندگی کی لہر   فطرت کا وہ دھڑکتا ہوا دل حضورؐ ہیں (ناصر زیدی)

الفہرست

محمد بن اسحاق ابن ندیم وراق ———— اردو ترجمہ : محمد اسحاق بھٹی

یہ کتاب چوتھی صدی ہجری تک کے علوم و فنون، سیر و رجال اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآنِ مجید، نزولِ قرآن، جمع قرآن اور قرائے کرام، فصاحت و بلاغت، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتبِ فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارسِ فکر، علمِ نحو، منطق و فلسفہ، ریاضی و حساب، سحر و شعبدہ بازی، طب اور صنعتِ کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علما و ماہرین اور اس سلسلے کی تصنیفات کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں واضح کیا گیا ہے کہ یہ علوم کب اور کیوں کر عالمِ وجود میں آئے۔ پھر ہندوستان اور چین وغیرہ میں اس وقت جو مذاہب رائج تھے ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ نیز بتایا گیا ہے کہ اس دور میں دنیا کے کس کس خطے میں کیا کیا زبانیں رائج اور بولی جاتی تھیں اور ان کی تحریر و کتابت کے کیا اسلوب تھے۔ ان کی ابتدا کس طرح ہوئی اور وہ ترقی و ارتقا کی کن کن منازل سے گزریں۔ ان زبانوں کی کتابت کے نمونے بھی دیے گئے ہیں۔

ترجمہ اصل عربی کتاب کے کئی مطبوعہ نسخے سامنے رکھ کر کیا گیا ہے اور جگہ جگہ ضروری حواشی دیے گئے ہیں، جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

صفحات ۹۲۶ مع اشاریہ   قیمت ۴۵ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

یادگارِ شبلی

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام

اس کتاب میں شبلی نعمانی کے مفصل حالاتِ زندگی اور ان کی تصانیف اور کارناموں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

شمس العلما علامہ شبلی نعمانی کو ہمارے ادب اور تاریخ میں جو بلند مقام حاصل ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں۔ ان کے احوالِ زندگی سید سلیمان ندوی مرحوم نے حیاتِ شبلی میں جمع کیے تھے۔ تصانیف کے متعلق وہ ایک علیحدہ کتاب لکھنا چاہتے تھے، لیکن یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ ڈاکٹر اکرام صاحب کی اس کتاب یادگارِ شبلی میں شبلی کے مکمل حالاتِ زندگی بھی ہیں اور اس کے علاوہ وہ مواد بھی سمیٹ لیا گیا ہے جو سید سلیمان ندوی کی تصنیف حیاتِ شبلی کی اشاعت کے بعد دستیاب ہوا، نیز علامہ شبلیؒ کی ایک ایک کتاب پر علیحدہ تفصیلی تبصرہ کیا ہے۔

صفحات ۵۰۰ قیمت ۲۲/- روپے

سرسیّد اور اصلاحِ معاشرہ

شاہد حسین رزاقی

اسلامی ہند کے مشہور مصلح سید احمد خاں کی اصلاحی کوششوں نے مسلم معاشرے میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ اس کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ سرسید کے زمانے میں معاشرے کی حالت کیا تھی۔ انہوں نے اپنی زوال پذیر قوم کی ہر جہتی اصلاح و ترقی کے لیے کیا کوششیں کیں۔ یہ کوششیں کس طرح ایک ملک گیر اصلاحی تحریک بن گئیں، مستقبل پر ان کا کیا اثر پڑا اور معاشرتی اصلاح کے لیے سرسید کا منصوبہ کہاں تک کامیاب ہوا؟

صفحات ۲۵۵ قیمت ۱۲/- روپیہ

گلستانِ حدیث

مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

یہ چالیس منتخب احادیثِ نبویؐ کی تشریح ہے۔ ہر حدیث کے مضمون کی تائید میں دوسری احادیث اور قرآن کریم کی آیات سے ان کی مطابقت بہت دلنشیں انداز میں بیان کی گئی ہے۔ صفحات ۲۰۸ قیمت ۱۵/- روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور